”...اللہ اکبر! ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے صدق و خلوص کی کیا بلند شان ہے۔ وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے“

”پہلے خلیفہ کی یاد مسلمانوں میں ہمیشہ ایک ایسے انسان کے طور پر جاگزیں رہی ہے جو کامل وفادار، لطف و کرم کا پیکر تھا اور کوئی سخت سے سخت طوفان بھی ان کی مستقل تحمل مزاجی کو ہلا نہ سکا“ (جے جے سانڈرز)

”جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابوبکر آپؐ کے خلیفہ اور جانشین بنے اور پہاڑوں کو بھی ہلا دینے والے ایمان کے ساتھ انہوں نے بڑی سادگی اور سمجھداری سے تین یا چار ہزار عربوں پر مشتمل چھوٹی چھوٹی سی فوج کے ساتھ ساری دنیا کو اللہ کے تابع فرمان بنانے کا کام شروع کیا“ (ایچ جی ویلز)

حضرت عمرؓ ہوں یا حضرت ابوبکرؓ یہ سب اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اور کامل متبع اور عاشق تھے

حضرت ابوبکرؓ بھی بادشاہ ہوئے لیکن ان میں عجز تھا، انکسار تھا۔ آپؓ فرماتے تھے مجھے خدا تعالیٰ نے لوگوں کی خدمت کے لیے مقرر کیا ہے۔ اور خدمت کے لیے جتنی مہلت مجھے مل جائے اس کا احسان ہے

”...وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دَر کا غلام ہوگیا تو اس کی ہر چیز ہمیں پیاری لگنے لگ گئی اور اب یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص اس عظمت کو ہمارے دلوں سے محو کر سکے۔“

ہمارے پہ الزام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں لیکن ہمارے یہ خیالات ہیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم نے اس کو فی الفور متاثر کر کے روشن کر دیا۔ اس نے آپؐ سے کوئی بحث نہیں کی۔ کوئی نشان اور معجزہ نہ مانگا۔ معاً سن کر صرف اتنا ہی پوچھا کہ کیا آپؐ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ تو بول اٹھے کہ آپؐ گواہ رہیں۔ میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں

”جو شخص ان کی عظمت سے انکار کرتا ہے اور ان کی قطعی دلیل کو حقیر جانتا ہے اور ان کے ساتھ ادب سے پیش نہیں آتا بلکہ ان کی تذلیل کرتا اور اُن کو بُرا بھلا کہنے کے درپے رہتا اور زبان درازی کرتا ہے مجھے اس کے بد انجام اور سلبِ ایمان کا ڈر ہے“

”کیا کوئی مومن یہ خیال کرسکتا ہے کہ وہ شخص جو اسلام کے لئے خِشتِ اوّل تھا وہ کافر اور لئیم تھا؟ پھر وہ کہ جس نے فخر المرسلین کے ساتھ سب سے پہلے ہجرت کی وہ بے ایمان اور مرتد تھا؟ اس طرح تو ہر فضیلت کافروں کو حاصل ہوگئی۔ یہاں تک کہ سید الابرارؐ کی قبر کی ہمسائیگی بھی!“

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔ راشد

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقبِ عالیہ کا ایمان افروز بیان

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ 02/ دسمبر 2022ء بمطابق 02/ فتح 1401 ہجری شمسی

بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاسن اور مناقب

بیان ہو رہے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کا لوگوں میں سب سے بہتر اور محبوب ہونے کے بارے میں لکھا ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگوں میں سے ایک کو دوسرے سے بہتر قرار دیا کرتے تھے۔ مقابلہ ہوتا تھا کہ کون بہتر ہے دوسرے سے۔ اور اس وقت سمجھتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ سب سے بہتر ہیں، پھر حضرت عمر بن خطاب، پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ حدیث نمبر ۳۶۵۵)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا: حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ اے لوگوں میں سب سے بہتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد! حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی تعریف کی تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اگر تم ایسا کہتے ہو تو مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج طلوع نہیں ہوا کسی آدمی پر جو عمرؓ سے بہتر ہو۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ فِی مَنَاقِبِ عمربن الخطابؓ حدیث ۳۶۸۴) یعنی آپؓ نے فوراً اپنی عاجزی کا اظہار فرمایا کہ مجھے کہتے ہو تم بہتر ہو حالانکہ میں نے تو تمہارے بارے میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا ہے کہ تم بہتر ہو۔

عبد اللہ بن شفیق نے بیان کیا کہ مَیں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا تو انہوں نے فرمایا حضرت ابو بکرؓ۔ مَیں نے کہا پھر کون؟ فرمایا حضرت عمرؓ۔ مَیں نے کہا پھر کون؟ فرمایا پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا پھر کون؟ پھر آپؓ خاموش رہیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ مناقب ابی بکر الصدیق حدیث نمبر ۳۶۵۷)

محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ مَیں اس شخص کے بارے میں گمان نہیں کرتا جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تنقیص بیان کرتا یعنی ان میں نقص نکالتا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہو۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ فِی مَنَاقِبِ عمربن الخطابؓ حدیث نمبر ۳۶۸۵) اور پھر یہ بھی ساتھ دعویٰ ہو کہ مجھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں نقص نکالنے کے بعد یہ دعویٰ غلط ہے کہ پھر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے کیونکہ یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے پیارے تھے۔

حضرت عائذ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ چند لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوسفیان آئے۔ اس پر اُن لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن کی گردن کے ساتھ ابھی تک اپنا حساب چُکتا نہیں کیا۔یعنی صحیح طرح جو بدلہ لینا چاہیے تھا وہ نہیں لیا۔ راوی کہتے ہیں یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے کہا: کیا تم قریش کے بڑے سرداروں کے بارے میں اس طرح کہہ رہے ہو؟ ابوسفیان بھی قریش کے سرداروں میں سے ہیں۔تم کہہ رہے ہو کہ ان سے ہم نے بدلہ نہیں لیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو یہ بات بتائی تو آپؐ نے فرمایا کہ اے ابو بکر! شاید تم نے ان لوگوں یعنی سلمان، صہیب اور بلال کو ناراض کر دیا۔ اگر تم نے انہیں ناراض کیا تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ ان تینوں حضرات کے پاس آئے اور کہا: پیارے بھائیو! کیا میں نے آپ کو ناراض کر دیا؟ بڑے معذرت خواہانہ انداز میں یہ کہا۔تو انہوں نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اے ہمارے بھائی! اللہ آپ کو معاف کرے۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل سلمان و بلال وصهيب رضی اللہ عنهم حدیث نمبر ۶۴۱۲) بہرحال یہاں یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ

حضرت ابو بکرؓ کی عاجزی

کس قدر تھی۔ ایسے لوگ جن کو آپؐ نے غلامی سے آزاد بھی کروایا ہوا ہے اس کے باوجود ان کے پاس آتے ہیں اور ان سے معافی مانگتے ہیں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت کا کیا معیار تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی کہ تم نے ناراض کر دیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ جا کے معافی مانگو لیکن آپؓ فوراً خود گئے اور اُن سے معافی مانگی۔ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے شرح میں لکھا گیا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی جنگ بندی کے معاہدہ کے بعد کا ہے جب ابوسفیان ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کا خیال تھا کہ کیوں نہ ہم نے ان کو پہلے ہی مار دیا ہوتا۔
(صحیح مسلم بشرح النووی جزء ۱۶ صفحہ ۹۶ مؤسسة قرطبة ۱۹۹۱ء)

حفظِ قرآن کے بارے میں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تاریخ کے حوالے سے باتیں فرمائی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ’’ابوعبیدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر صحابہؓ میں سے مندرجہ ذیل کا حفظ ثابت ہے۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ سعدؓ۔ ابنِ مسعودؓ۔ حذیفہؓ۔ سالمؓ۔ ابوہریرہؓ۔ عبداللہ بن سائبؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ اور عورتوں میں سے عائشہؓ۔ حضرت حفصہؓ اور حضرت ام سلمہؓ۔ ان میں سے اکثر نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی قرآنِ شریف حفظ کر لیا تھا اور بعض نے آپؐ کی وفات کے بعد حفظ کیا۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 429-430)

ثانی اثنین کے بارے میں

حضرت ابوبکرؓ کی اپنی روایت یوں ہے۔ حضرت انسؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور مَیں اس وقت غار میں تھا (یعنی حضرت ابوبکرؓ نے کہا جبکہ وہ غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے) کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے پاؤں کے نیچے نگاہ ڈالے (یعنی کافر جو باہر کھڑے تھے اگر نیچے دیکھے) تو ہمیں ضرور دیکھ لے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر آپ کا کیا خیال ہے ان دو شخصوں کی نسبت جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔ (صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب المہاجرین و فضلہم حدیث نمبر ۳۶۵۳) بخاری کی روایت ہے یہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’(حضرت) ابوبکر صدیقؓ کے محاسن اور خصوصی فضائل میں سے ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ سفرِ ہجرت میں آپ کو رفاقت کے لئے خاص کیا گیا اور مخلوق میں سے سب سے بہترین شخص‘‘ یعنی آنحضرت ’’(صلی اللہ علیہ وسلم) کی مشکلات میں آپ ان کے شریک تھے اور آپ مصائب کے آغاز سے ہی حضورؐ کے خاص انیس بنائے گئے تھے‘‘ یعنی خاص دوست بنائے گئے تھے ’’تا کہ محبوب خداؐ کے ساتھ آپؓ کا خاص تعلق ثابت ہو اور اس میں بھید یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ خوب معلوم تھا کہ صدیقِ اکبرؓ صحابہؓ میں سے زیادہ شجاع، متقی اور ان سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور مردِ میدان تھے اور یہ کہ سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں

فنا تھے۔ آپؓ ''یعنی حضرت ابو بکرؓ '' ابتدا سے ہی حضورؐ کی مالی مدد کرتے اور آپؐ کے اہم امور کا خیال فرماتے تھے۔ سو اللہ نے تکلیف دہ وقت اور مشکل حالات میں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آپؓ کے ذریعہ تسلی فرمائی اور الصّدیق کے نام اور نبی ثقلینؐ کے قرب سے مخصوص فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثَانِیَ اثْنَیْنِ کی خلعتِ فاخرہ سے فیضیاب فرمایا اور اپنے خاص الخاص بندوں میں سے بنایا۔''

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 59-60، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 338-339)

غیر مسلم مصنفین نے بھی حضرت ابو بکرؓ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

الجیریا کا بیسویں صدی کا ایک مؤرخ ہے آندرے سرویئر (André Servier) وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ ابو بکر کا مزاج سادہ تھا۔ غیر متوقع عروج کے باوجود انہوں نے غربت والی زندگی بسر کی۔ جب انہوں نے وفات پائی تو انہوں نے اپنے پیچھے ایک بوسیدہ لباس، ایک غلام اور ایک اونٹ ترکہ میں چھوڑا۔ وہ اہلِ مدینہ کے دلوں پر سچی حکومت کرنے والے تھے۔ ان میں ایک بہت بڑی خوبی تھی اور وہ تھی قوت و توانائی۔ لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خوبی کے ذریعہ غلبہ حاصل کیا تھا اور جو آپ کے دشمنوں میں کمیاب تھی وہ خوبی حضرت ابو بکرؓ میں پائی جاتی تھی اور وہ کیا خوبی تھی،

غیر متزلزل ایمان اور مضبوط یقین

اور ابو بکر صحیح جگہ پر صحیح آدمی تھا۔ پھر لکھتا ہے کہ اس معمر اور نیک سیرت انسان نے اپنے موقف کو اختیار کیا جبکہ ہر طرف بغاوت برپا تھی۔ آپ نے اپنے مومنانہ اور غیر متزلزل عزم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو از سر نو شروع کیا۔

(Islam and the Psychology of the Muslim by André Servier page:51)

پھر ایک برطانوی مؤرخ ہے جے جے سانڈرز (J.J.Saunders)۔ وہ لکھتا ہے کہ

پہلے خلیفہ کی یاد مسلمانوں میں ہمیشہ ایک ایسے انسان کے طور پر جاگزیں رہی ہے جو کامل وفادار، لطف و کرم کا پیکر تھا اور کوئی سخت سے سخت طوفان بھی ان کی مستقل تحمل مزاجی کو ہلا نہ سکا۔

ان کا عہدِ حکومت اگرچہ مختصر تھا لیکن اس میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ بہت عظیم تھیں۔ ان کی طبیعت کے ٹھہراؤ اور ثبات و استقلال نے ارتداد پر قابو پا کر عرب قوم کو دوبارہ دائرہ ٔاسلام میں داخل کر دیا اور ان کے تسخیرِ شام کے مصمم ارادے نے عرب دنیا کی سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔

(London 2002 45-A History of Medieval Islam by J.J.Saunders page 44)

پھر ایک اَور انگریز مصنف ہے ایچ جی ویلز (H.G.Wells)۔ یہ کہتا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی سلطنت کی اصل بنیاد رکھنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ابوبکر تھے جو آپؐ کے دوست اور مددگار تھے۔ خیر یہ تو مبالغہ کر رہا ہے یہاں۔ بہرحال یہ لکھ رہا ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متزلزل کردار کے باوجود ابتدائی اسلام کا دماغ اور تصور تھے۔ (العیاذ باللہ، نعوذ باللہ) تو ابوبکر اس کا شعور اور عزم تھے۔ جب کبھی محمد متزلزل ہوتے (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ابوبکر ان کی ڈھارس بندھاتے تھے۔ بہرحال یہ باتیں تو اس کی فضول گوئی اور لغو باتیں ہیں جس میں کوئی سچائی نہیں ہے لیکن یہ آگے جو صحیح بات لکھ رہا ہے وہ یہ لکھ رہا ہے کہ

جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابوبکر آپؐ کے خلیفہ اور جانشین بنے اور پہاڑوں کو بھی ہلا دینے والے ایمان کے ساتھ انہوں نے بڑی سادگی اور سمجھداری سے تین یا چار ہزار عربوں پر مشتمل چھوٹی چھوٹی سی فوج کے ساتھ ساری دنیا کو اللہ کے تابع فرمان بنانے کا کام شروع کیا۔

(A Short History Of the World by H.G.Wells page 76)

بہرحال جیسا کہ میں نے کہا کہ مصنف نے حضرت ابوبکرؓ کی بعض خوبیوں کا ذکر کیا ہے جو بلاشبہ اُن میں موجود تھیں لیکن چونکہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلیٰ و ارفع مقامِ نبوت کی حقیقت کا ادراک اور شعور نہیں رکھتے تھے اس لیے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ کی تعریف میں اس حد تک مبالغہ آمیزی سے کام لے جاتے ہیں کہ جو کسی بھی طور پر درست نہیں ہوسکتا حالانکہ

حضرت عمرؓ ہوں یا حضرت ابوبکرؓ یہ سب اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اور کامل متبع اور عاشق تھے۔

یہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شعور نہ تھے بلکہ خادمانہ رنگ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہاتھ اور پاؤں تھے۔ ایسا ہی دینِ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ کا نام یا کام نہ تھا جس طرح اس نے یہ لکھا ہے کہ اسلام جو تھا اس کا دماغ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے بلکہ سراسر خدائی راہنمائی اور وحیٔ الٰہی کے نتیجہ میں ایک کامل اور مکمل شریعت اور دین کا نام اسلام ہے اور نہ ہی کسی بھی گھبراہٹ یا تزلزل کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھارس بنے بلکہ اوّل تو اس اشجع الناس، جری اور بہادر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی میں ہم کبھی کسی گھبراہٹ یا تزلزل کو دیکھ نہیں سکتے اور اگر کوئی پریشانی کا موقع آیا بھی ہو تو خدائے قادر و توانا ان کے لیے ڈھارس بنتا رہا۔ مصنف نے تو لکھا ہے کہ ابوبکر آپؐ کی ڈھارس بندھاتے تھے جبکہ اس کے بالکل الٹ ہم نے دیکھا ہے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں کسی پریشانی یا گھبراہٹ کا وقت آیا بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے ڈھارس بنا کرتے تھے جیسا کہ ہجرت کے موقع پر جب حضرت ابوبکرؓ سخت پریشان ہوئے اور گھبرائے۔ بے شک یہ گھبراہٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی تھی لیکن حضرت ابوبکرؓ کی اس گھبراہٹ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ڈھارس بنے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ کہا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبہ:40) کہ اے ابوبکر! تم گھبراؤ نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور جیسا کہ ابھی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے خود بیان فرمایا جب یہ گھبراہٹ تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دلائی۔ پس

یہ ایک واقعہ ہی آپؐ کے عزم، توکل اور اللہ تعالیٰ کے خاص نبی ہونے کی واضح دلیل ہے

لیکن بہرحال یہ عقل کے اندھے اگر ایک بات سچ کہنے میں مجبور ہوتے ہیں تو کچھ نہ کچھ بیچ میں گند ملانے کی ضرور کوشش کرتے ہیں۔

پھر ایک اَور برطانوی مستشرق ہے ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T.W.Arnold)۔ کہتا ہے کہ وہ (ابوبکرؓ) ایک دولت مند تاجر تھے۔ اعلیٰ کردار اور اپنی ذہانت اور قابلیت کی بنا پر ان کے ہم وطن ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنی دولت کا بڑا حصہ اُن مسلمان غلاموں کو خریدنے پر صرف کر دیا جنہیں کفار ان کے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر ایمان لانے کے سبب

اذیتیں دیتے تھے۔

(The Preaching of Islam by T.W.Arnold page10 Archibald constable&co1896)

پھر سکاٹ لینڈ کا ایک مستشرق اور برطانوی ہندوستان میں شمال مغربی صوبوں کا لیفٹیننٹ گورنر سر ولیم میور (Sir William Muir) ہے۔ یہ لکھتا ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ کا عہدِ حکومت مختصر تھا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام ابوبکر سے زیادہ کسی اَور کا ممنون نہیں۔

یعنی محمدؐ کے بعد ابوبکرؓ سے زیادہ اسلام کی خدمت کسی اَور نے نہیں کی۔

The Caliphate its rise,decline and fall by Sir William Muir.P.86The religious tract society)
(1892

حضرت ابوبکرؓ کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ’’کیا یہ سچ نہیں کہ بڑے بڑے زبردست بادشاہ ابوبکرؓ اور عمرؓ بلکہ ابوہریرہؓ کا نام لے کر بھی رضی اللہ عنہ کہہ اٹھتے رہے ہیں اور چاہتے رہے ہیں کہ کاش ان کی خدمت کا ہی ہمیں موقعہ ملتا۔ پھر کون ہے جو کہہ سکے کہ ابوبکر اور عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے غربت کی زندگی بسر کر کے کچھ نقصان اٹھایا۔ بے شک انہوں نے دنیاوی لحاظ سے اپنے اوپر ایک موت قبول کر لی۔ لیکن وہ موت ان کی حیات ثابت ہوئی اور اب کوئی طاقت ان کو مار نہیں سکتی۔ وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔‘‘

(شکریہ اور اعلان ضروری، انوارالعلوم جلد 2 صفحہ 74)

پھر فرماتے ہیں کہ ’’ابوبکرؓ کو اللہ تعالیٰ نے محض اِس لئے ابوبکرؓ نہیں بنایا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے عمرؓ کا درجہ عطا نہیں کیا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ عثمانؓ اور علیؓ کو محض اس لئے خدا تعالیٰ نے عثمانؓ اور علیؓ کا جو مرتبہ ہے وہ عطا نہیں کیا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دامادی کے مقام پر پہنچ گئے تھے یا طلحہؓ اور زبیرؓ کو محض اس لئے کہ وہ آپؐ کے خاندان یا آپؐ کی قوم میں سے تھے اور آپؐ کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے عزتیں

اور رتبے عطا نہیں کئے۔ بلکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی قربانیوں کو ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا تھا کہ جس سے زیادہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتا۔‘‘

(خطبات محمود جلد 26 صفحہ 384-385)

پس یہ قربانیاں ہیں جو انسان کو مقام دلاتی ہیں۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کتنی عزت ہمارے دلوں میں ہے مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ عزت اُن کی اولاد کی وجہ سے ہے؟ ہم میں سے تو اکثر ایسے ہیں جو جانتے تک نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کی نسل کہاں تک چلی اور ان کی نسل کے حالات ہی محفوظ نہیں ہیں۔ آج بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو اپنے آپ کو حضرت ابو بکرؓ کی اولاد ظاہر کر کے اپنے آپ کو صدیقی کہتے ہیں۔ لیکن اگر ان سے کوئی کہے کہ تم قسم کھاؤ کہ واقعی تم صدیقی ہو اور تمہارا سلسلہ نسب حضرت ابو بکرؓ تک پہنچتا ہے؟ تو وہ ہرگز قسم نہیں کھا سکیں گے اور اگر وہ قسم کھا بھی جائیں تو ہم کہیں گے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں اور بے ایمان ہیں۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی نسل کے حالات اتنے محفوظ ہی نہیں ہیں کہ آج کوئی اپنے آپ کو صحیح طور پر ان کی طرف منسوب کر سکے۔ پس ہم حضرت ابو بکرؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ ان کی نسل کا کام عالی شان ہے، ہم حضرت عمرؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ ان کی نسل کا کام نہایت اعلیٰ پایہ کا ہے، ہم حضرت عثمانؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ اُن کی نسل کارہائے نمایاں کر رہی ہے اور ہم حضرت علیؓ کو اس لئے نہیں یاد کرتے کہ ان کی نسل میں خاص خوبیاں ہیں۔ (حضرت علیؓ کا تو سلسلہ نسب بھی اب تک چل رہا ہے مگر ان کی عزت اس لئے نہیں کی جاتی کہ ان کی نسل اب تک قائم ہے۔) باقی بھی جتنے صحابہؓ تھے اُن میں سے کوئی ایک بھی تو ایسا نہیں جسے اُس کی نسل کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہو۔ پس حقیقت یہ ہے کہ ہم اُن کو اُن کی ذاتی قربانیوں کی وجہ سے یاد کرتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں۔‘‘

(خطبات محمود جلد 27 صفحہ 657)

پھر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ لو۔ آپؓ مکہ کے ایک معمولی تاجر تھے اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوتے اور مکہ کی تاریخ لکھی جاتی تو مؤرخ صرف اتنا ذکر کرتا کہ ابو بکرؓ عرب کا ایک شریف اور دیانت دار تاجر تھا۔ مگر

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ابو بکرؓ کو وہ مقام ملا تو آج ساری دنیا اُن کا ادب اور احترام کے ساتھ نام لیتی ہے۔

جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابو بکرؓ کو مسلمانوں نے اپنا خلیفہ اور بادشاہ بنا لیا تو مکہ میں بھی یہ خبر جا پہنچی۔ ایک مجلس میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہ بھی موجود تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ ابو بکرؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی ہے تو اُن کے لئے اس امر کو تسلیم کرنا ناممکن ہو گیا اور انہوں نے خبر دینے والے سے پوچھا کہ تم کس ابو بکرؓ کا ذکر کر رہے ہو؟ اس نے کہا۔ وہی ابو بکرؓ جو تمہارا بیٹا ہے۔ انہوں نے''، ان کے والد نے، حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہ نے ''عرب کے ایک ایک قبیلے کا نام لے کر کہنا شروع کر دیا کہ اس نے بھی ابو بکرؓ کی بیعت کر لی ہے؟'' پھر پوچھنا شروع کیا کہ یہ جو بڑے بڑے قبائل ہیں کیا انہوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی ہے؟ ہر ایک کا نام لے لے کر پوچھا۔ ''اور جب اس نے کہا کہ سب نے متفقہ طور پر ابو بکرؓ کو خلیفہ اور بادشاہ بنا لیا ہے تو ابو قحافہ بے اختیار کہنے لگے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنی مَیں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے سوا اَور کوئی معبود نہیں اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ رسول اللہ اس کے سچے رسول ہیں۔'' فرماتے ہیں کہ ''حالانکہ وہ دیر سے مسلمان تھے۔'' ابو قحافہ فتح مکہ کے بعد یا شاید اس سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ ''انہوں نے جو یہ کلمہ پڑھا۔ اور دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا تو اسی لئے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے سمجھا کہ یہ اسلام کی سچائی کا ایک زبردست ثبوت ہے ورنہ میرے بیٹے کی کیا حیثیت تھی کہ اس کے ہاتھ پر سارا عرب متحد ہو جاتا۔''

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 205-206)

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ ''حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لو۔ انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ مکہ کا ایک لیڈر تھا اَب ذلیل ہو گیا مگر اسلام سے پہلے اُنکی اِس سے زیادہ کیا عزت ہو سکتی تھی کہ دو سو یا تین سو آدمی ان کا نام عزت سے لیتے ہوں گے۔ لیکن اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت اور بادشاہت کی برکت سے نوازا۔ اور انہیں دنیا بھر

میں دائمی عزت اور ایک لازوال شہرت کا مالک بنا دیا... کہاں ایک قبیلہ کی لیڈری اور کہاں یہ کہ تمام مسلمانوں کا خلیفہ اور مملکتِ عرب کا بادشاہ ہونا جس نے ایران اور روم سے ٹکر لی اور انہیں نیچا دکھایا۔''
(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 87)

پھر ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں کہ ''دیکھو بادشاہت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ہی نہیں آپؐ کے خادموں کے قدموں پر بھی آ گری لیکن آپؐ نے نہ اُس وقت خواہش کی جب آپؐ کو ابھی بادشاہت نہیں ملی تھی اور نہ اس وقت'' بادشاہت کی ''خواہش کی جب آپؐ کو بادشاہت مل گئی۔ نہ حضرت ابوبکرؓ نے بادشاہت کی خواہش کی، نہ حضرت عمرؓ نے بادشاہت کی خواہش کی، نہ حضرت عثمانؓ نے بادشاہت کی خواہش کی اور نہ حضرت علیؓ نے بادشاہت کی خواہش کی بلکہ ان میں بادشاہت کے آثار پائے ہی نہیں جاتے تھے حالانکہ وہ دنیا کے اتنے زبردست بادشاہ تھے جن کی تاریخ میں مثال ہی نہیں ملتی۔ ان کی طبائع اتنی سادہ تھیں، ان کی ملاقاتیں اِتنی سادہ تھیں، ان میں تواضع اِس قدر پایا جاتا تھا کہ ظاہری طور پر یہ بھی معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ بادشاہ ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ میری حکومت ہے، مَیں بادشاہ ہوں۔ ان میں سے کوئی شخص بھی کبھی اِس بات پر آمادہ نہیں ہوا کہ وہ اپنی بادشاہت کا اظہار کرے اور نہ ہی وہ اِس بات کی کبھی خواہش کرتے تھے۔ درحقیقت جو خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں دنیا خود ان کے قدموں پر آ گرتی ہے۔ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ بادشاہتوں سے انہیں مدد ملے گی لیکن

جو خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں بادشاہتیں سمجھتی ہیں کہ انہیں ان کی غلامی سے عزت ملے گی۔''
(اللہ تعالیٰ سے سچا اور حقیقی تعلق قائم کرنے میں ہی ہماری کامیابی ہے، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 99)

پھر ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں: ''دیکھو! ابوبکر بادشاہ بن گئے۔ لیکن ان کا باپ یہ سمجھتا تھا کہ ان کا بادشاہ ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ انہیں بادشاہت خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی تھی۔ اس کے مقابلہ میں تیمور بھی ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن وہ اپنی دنیوی تدابیر کی وجہ سے بادشاہ ہوا تھا۔ نپولین بھی بڑا بادشاہ تھا لیکن وہ اپنی محنت اور دنیوی تدابیر سے بادشاہ بن گیا تھا۔ نادر شاہ بھی بڑا بادشاہ تھا لیکن اسے بھی بادشاہت اپنی ذاتی محنت اور کوشش اور دنیوی تدابیر سے ملی تھی۔ پس بادشاہت سب کو ملی۔ لیکن ہم کہیں گے تیمور کو بادشاہت آدمیوں کے ذریعہ ملی۔ لیکن

ابو بکرؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ سے ملی۔

ہم کہیں گے نپولین کو بادشاہت دنیوی تدابیر سے ملی تھی لیکن حضرت عمرؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ سے ملی۔ ہم کہیں گے چنگیز خان کو بادشاہت دنیوی ذرائع سے ملی تھی لیکن حضرت عثمانؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ نے دی۔ ہم کہیں گے نادر شاہ دنیوی تدابیر سے بادشاہ بنا تھا لیکن حضرت علیؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ نے دی۔

پس بادشاہت سب کو ملی، دنیوی بادشاہوں کا بھی دبدبہ تھا، رُعب تھا۔ اُن کا بھی قانون چلتا تھا اور خلفاء کا بھی۔ بلکہ ان کا قانون ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ سے زیادہ چلتا تھا۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بادشاہ مقرر ہوئے تھے'' یعنی یہ چاروں ''اور وہ آدمیوں کے ذریعہ بادشاہ ہوئے تھے۔'' جو دنیادار بادشاہ تھے۔ ''پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی اہم کام سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہ نہیں پڑھتا'' بِسۡمِ اللّٰہ کی برکات کا آپ یہاں ذکر فرما رہے ہیں ''اسے برکت نہیں مل سکتی۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے وہ مقصد خدا تعالیٰ سے نہیں مل سکتا۔ جو بادشاہت خدا تعالیٰ کے ذریعہ ملنے والی تھی وہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کو ملی۔ ان کے سوا دوسرے لوگوں کو نہیں ملی۔ دوسروں کو جو بادشاہت ملی وہ شیطان سے ملی یا انسانوں سے ملی۔ ورنہ لینن، سٹالن اور مالنکوف نے بِسۡمِ اللّٰہ نہیں پڑھی لیکن بادشاہت ان کو بھی ملی۔ روزویلٹ، ٹرومین اور آئزن ہاور نے بھی بِسۡمِ اللّٰہ نہیں پڑھی لیکن بادشاہت ان کو بھی ملی۔ وہ بِسۡمِ اللّٰہ کو جانتے بھی نہیں اور نہ بِسۡمِ اللّٰہ کی ان کے دلوں میں کوئی قدر ہے۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بِسۡمِ اللّٰہ پڑھنے کے بغیر برکت نہیں ملتی تو اس کا یہ مطلب تھا کہ اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے کچھ نہیں ملتا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے صرف اسی کو ملتا ہے جو ہر اہم کام سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہ پڑھ لیتا ہے۔ اب ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی چیز زیادہ برکت والی ہوتی ہے یا بندوں سے ملنے والی چیز زیادہ برکت والی ہوتی ہے۔ انسانی تدابیر سے حاصل کی ہوئی بادشاہت بند بھی ہوسکتی ہے لیکن خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بادشاہت بند نہیں ہوسکتی۔''

کاش کہ یہ نکتہ مسلمانوں کو بھی آج سمجھ آجائے۔ گو بسم اللہ پڑھتے بھی ہیں لیکن وہ بھی لگتا ہے صرف

ظاہری منہ سے ادائیگی ہو رہی ہے اور دل سے نہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ ''یزید بھی ایک بادشاہ تھا اُسے کتنا غرور تھا۔ اُسے طاقت کا کتنا دعویٰ تھا۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو تباہ کیا۔'' بظاہر اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا تھا۔ ''اس نے آپؐ کی اولاد کو قتل کیا اور اس کی گردن نیچے نہیں ہوتی تھی۔'' بڑا اکڑ کے رہتا تھا ''وہ سمجھتا تھا کہ میرے سامنے کوئی نہیں بول سکتا۔

حضرت ابو بکرؓ بھی بادشاہ ہوئے لیکن ان میں عجز تھا، انکسار تھا۔ آپؓ فرماتے تھے مجھے خدا تعالیٰ نے لوگوں کی خدمت کے لیے مقرر کیا ہے۔ اور خدمت کے لیے جتنی مہلت مجھے مل جائے اس کا احسان ہے۔

لیکن یزید کہتا تھا مجھے میرے باپ سے بادشاہت ملی ہے۔ میں جس کو چاہوں مار دوں اور جس کو چاہوں زندہ رکھوں۔ بظاہر یزید اپنی بادشاہت میں حضرت ابو بکرؓ سے بڑھا ہوا تھا۔ وہ کہتا تھا میں خاندانی بادشاہ ہوں۔ کس کی طاقت ہے کہ میرے سامنے بولے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ میں اس قابل کہاں تھا کہ بادشاہ بن جاتا۔ مجھے جو کچھ دیا ہے خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ میں اپنے زور سے بادشاہ نہیں بن سکتا تھا۔ میں ہر ایک کا خادم ہوں۔ میں غریب کا بھی خادم ہوں اور امیر کا بھی خادم ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو تو مجھ سے اس کا ابھی بدلہ لے لو۔ قیامت کے دن مجھے خراب نہ کرنا۔'' حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں ''ایک سننے والا کہتا ہو گا کہ یہ کیا ہے۔ اسے تو ایک نمبردار کی سی حیثیت بھی حاصل نہیں۔ لیکن وہ یزید کی بات سنتا ہو گا تو کہتا ہو گا یہ باتیں ہیں جو قیصر و کسریٰ والی ہیں۔'' یہ بادشاہوں والی باتیں ہیں جو یزید کر رہا ہے۔ ''لیکن جب حضرت ابو بکرؓ فوت ہو گئے تو اُن کے بیٹے، اُن کے پوتے اور پڑپوتے پھر پڑپوتوں کے بیٹے اور پھر آگے وہ نسل جس میں پوتا اور پڑپوتا کا سوال ہی باقی نہیں رہتا وہ برابر ابو بکرؓ سے اپنے رشتہ پر فخر کرتے تھے۔ پھر اُن کو بھی جانے دو۔ وہ لوگ جو ابو بکرؓ کی طرف منسوب بھی نہیں، جو آپ کے خاندان کو بھی کبھی نہیں ملے وہ بھی آپ کے واقعات پڑھتے ہیں تو آج تک ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ ان کی محبت جوش میں آجاتی ہے۔ کوئی شخص آپؓ کو برا کہہ دے تو ان کا خون کھولنے لگتا ہے۔ غرض

اولاد تو الگ رہی غیر بھی اپنی جان ان پر نثار کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

ہر کلمہ گو جب آپ کا نام سنتا ہے تو کہتا ہے رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

مگر وہ فخر کرنے والا یزید جو اپنے آپ کو بادشاہ ابنِ بادشاہ کہتے ہوئے نہیں تھکتا تھا جب فوت ہوا تو لوگوں نے اس کے بیٹے کو اس کی جگہ بادشاہ بنا دیا۔ جمعہ کا دن آیا تو وہ منبر پر کھڑا ہوا اور کہا کہ اے لوگو! میرا دادا اُس وقت بادشاہ بنا جب اُس سے زیادہ بادشاہت کے مستحق لوگ موجود تھے۔ میرا باپ اُس وقت بادشاہ بنا جب اُس سے زیادہ مستحق لوگ موجود تھے۔ اب مجھے بادشاہ بنا دیا گیا ہے حالانکہ مجھ سے زیادہ مستحق لوگ موجود ہیں۔ اے لوگو! مجھ سے یہ بوجھ اٹھایا نہیں جاتا۔ میرے باپ اور میرے دادا نے مستحقین کے حق مارے ہیں لیکن میں اُن کے حق مارنے کو تیار نہیں۔ تمہاری خلافت یہ پڑی ہے جس کو چاہو دے دو۔ میں نہ اِس کا اہل ہوں اور نہ اپنے باپ دادا کو اس کا اہل سمجھتا ہوں۔ انہوں نے جابرانہ اور ظالمانہ طور پر حکومت پر قبضہ کیا تھا۔ میں اب حقداروں کو ان کا حق واپس دینا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر گھر چلا گیا۔ اس کی ماں نے جب یہ واقعہ سنا تو کہا۔ کمبخت! تُو نے اپنے باپ دادا کی ناک کاٹ دی۔ اس نے جواب دیا۔ ماں! اگر خدا تعالیٰ نے تجھے عقل دی ہوتی تو تُو سمجھتی کہ میں نے باپ دادا کی ناک نہیں کاٹی۔ میں نے ان کی ناک جوڑ دی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا اور مرتے دم تک گھر سے باہر نہیں نکلا۔‘‘

(خطباتِ محمود جلد 34 صفحہ 86 تا 88)

پس یہ بادشاہت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اس کا حق بھی ادا کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ہمارے مسلمان لیڈروں کے لیے، بادشاہوں کے لیے سبق ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ پھر بیان فرماتے ہیں: ’’اسلام کی خدمت اور دین کے لئے قربانیاں کرنے کی وجہ سے آج حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جو عظمت حاصل ہے وہ کیا دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہوں کو بھی حاصل ہے؟ آج دنیا کے بادشاہوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں جسے اتنی عظمت حاصل ہو جتنی حضرت ابو بکرؓ کو حاصل ہے بلکہ حضرت ابو بکرؓ تو الگ رہے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی اتنی عظمت حاصل نہیں جتنی مسلمانوں کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ کے نوکروں کو حاصل ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ ہمیں حضرت ابو بکرؓ کا کتا بھی بڑی بڑی عزتوں والوں سے اچھا لگتا ہے۔ اس لئے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے در کا خادم ہو گیا۔'' فرماتے ہیں

''...وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دَر کا غلام ہو گیا تو اس کی ہر چیز ہمیں پیاری لگنے لگ گئی اور اب یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص اس عظمت کو ہمارے دلوں سے محو کر سکے۔''

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 681)

ہمارے پہ الزام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں لیکن ہمارے یہ خیالات ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے جو دیر کے بعد اسلام میں داخل ہوئے تھے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے مختلف باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ باتوں باتوں میں حضرت ابو بکرؓ سے کہنے لگے ابا جان! فلاں جنگ کے موقع پر مَیں ایک پتھر کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ آپ میرے سامنے سے دو دفعہ گزرے۔ میں اگر اُس وقت چاہتا تو آپ کو مار دیتا مگر میں نے اِس خیال سے ہاتھ نہ اٹھایا کہ آپ میرے باپ ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے مَیں نے تجھے اس وقت دیکھا نہیں اگر میں تجھے دیکھ لیتا تو چونکہ تُو خدا کا دشمن ہو کر میدان میں آیا تھا اِس لئے میں تجھے ضرور مار دیتا۔''

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 621-622)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق فاضلہ کے بارے میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ تھا جس کی فطرت میں سعادت کا تیل اور بتّی پہلے سے موجود تھے۔'' یعنی اس میں جلنے کی صلاحیت تھی، روشن ہونے کی صلاحیت تھی۔ ''اس لئے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم نے اس کو فی الفور متاثر کر کے روشن کر دیا۔ اس نے آپؐ سے کوئی بحث نہیں کی۔ کوئی نشان اور معجزہ نہ مانگا۔ معاً سن کر صرف اتنا ہی پوچھا کہ کیا آپؐ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ تو بول اٹھے کہ آپؐ گواہ رہیں۔ میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ سوال کرنے والے بہت کم

ہدایت پاتے ہیں۔ ہاں حسنِ ظن اور صبر سے کام لینے والے ہدایت سے پورے طور پر حصہ لیتے ہیں۔ اس کا نمونہ ابو بکرؓ اور ابو جہل دونوں موجود ہیں۔ ابو بکرؓ نے جھگڑا نہ کیا اور نشان نہ مانگے۔ مگر اس کو وہ دیا گیا جو نشان مانگنے والوں کو نہ مِلا۔ اس نے نشان پر نشان دیکھے۔ اور خود ایک عظیم الشّان نشان بنا۔ ابو جہل نے حجت کی اور مخالفت اور جہالت سے باز نہ آیا۔ اس نے نشان پر نشان دیکھے مگر دیکھ نہ سکا۔ آخر خود دوسروں کے لئے نشان ہو کر مخالفت ہی میں ہلاک ہوا۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 165 ایڈیشن 1984ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "مکہ کی مٹی ایک ہی تھی جس سے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو جہل پیدا ہوئے۔ مکہ وہی مکہ ہے جہاں اب کروڑوں انسان ہر طبقہ اور ہر درجہ کے دنیا کے ہر حصہ سے جمع ہوتے ہیں۔ اسی سرزمین سے یہ دونو انسان پیدا ہوئے۔ جن میں سے اوّل الذکر اپنی سعادت اور رشد کی وجہ سے ہدایت پا کر صدیقوں کا کمال پا گیا۔ اور دوسرا شرارت، جہالت، بے جا عداوت اور حق کی مخالفت میں شہرت یافتہ ہے۔

یاد رکھو! کمال دو ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک رحمانی، دوسرا شیطانی۔ رحمانی کمال کے آدمی آسمان پر ایک شہرت اور عزت پاتے ہیں۔ اسی طرح شیطانی کمال کے آدمی شیاطین کی ذرّیت میں شہرت رکھتے ہیں۔

غرض ایک ہی جگہ دونو تھے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کچھ فرق نہیں کیا۔ جو کچھ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا وہ سب کا سب یکساں طور پر سب کو پہنچا دیا۔ مگر بدنصیب بدقسمت محروم رہ گئے۔ اور سعید ہدایت پا کر کامل ہو گئے۔ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے بیسیوں نشان دیکھے۔ انوار و برکاتِ الٰہیہ کو مشاہدہ کیا۔ مگر اُن کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 164 ایڈیشن 1984ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں: "دیکھو مکہ معظّمہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو ابو جہل بھی مکہ ہی میں تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکہ ہی کے تھے لیکن ابو بکرؓ کی فطرت کو سچائی کے قبول کرنے کے ساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ ابھی آپؐ شہر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے۔ راستہ ہی میں جب ایک شخص سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر سناؤ اور اُس نے کہا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسی جگہ ایمان لے آئے اور کوئی معجزہ اور نشان نہیں مانگا اگرچہ بعد میں بے انتہا معجزات آپؐ نے دیکھے اور خود ایک آیت ٹھہرے۔ لیکن ابوجہل نے باوجودیکہ ہزاروں ہزار نشان دیکھے لیکن وہ مخالفت اور انکار سے باز نہ آیا اور تکذیب ہی کرتا رہا۔ اِس میں کیا سِر تھا؟'' کیا بھید تھا؟'' پیدائش دونوں کی ایک ہی جگہ کی تھی۔ ایک صدیق ٹھہرتا ہے اور دوسرا جو ابوالحکم کہلاتا تھا وہ ابوجہل بنتا ہے۔ اس میں یہی راز تھا کہ اس کی فطرت کو سچائی کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ غرض ایمانی امور مناسبت ہی پر منحصر ہیں۔ جب مناسبت ہوتی ہے تو وہ خود معلّم بن جاتی ہے اور امورِ حقہ کی تعلیم دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ مناسبت کا وجود بھی ایک نشان ہوتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 11-12 ایڈیشن 1984ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میرے رب نے مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ صدیق اور فاروق اور عثمان (رضی اللہ عنہم) نیکوکار اور مومن تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ نے چُن لیا اور جو خدائے رحمٰن کی عنایات سے خاص کئے گئے اور اکثر صاحبانِ معرفت نے ان کے محاسن کی شہادت دی۔
انہوں نے بزرگ و برتر خدا کی خوشنودی کی خاطر وطن چھوڑے۔ ہر جنگ کی بھٹی میں داخل ہوئے اور موسمِ گرما کی دوپہر کی تپش اور سردیوں کی رات کی ٹھنڈک کی پرواہ نہ کی بلکہ نوخیز جوانوں کی طرح دین کی راہوں پر محوِ خرام ہوئے اور اپنوں اور غیروں کی طرف مائل نہ ہوئے اور اللہ ربّ العالمین کی خاطر سب کو خیرباد کہہ دیا۔ اُن کے اعمال میں خوشبو اور اُن کے افعال میں مہک ہے اور یہ سب کچھ ان کے مراتب کے باغات اور ان کی نیکیوں کے گلستانوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ان کی بادِ نسیم اپنے معطر جھونکوں سے ان کے اسرار کا پتہ دیتی ہے اور ان کے انوار اپنی پوری تابانیوں سے ہم پر ظاہر ہوتے ہیں۔''

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 25-26)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ''بخدا، اللہ تعالیٰ نے شیخین'' یعنی ''(ابوبکرؓ و عمرؓ) کو اور تیسرے جو ذوالنورین ہیں''، یعنی حضرت عثمانؓ ''ہر ایک کو اسلام کے دروازے اور خیرالانام (محمد رسول اللہؐ) کی

فوج کے ہراول دستے بنایا ہے۔ پس

جو شخص ان کی عظمت سے انکار کرتا ہے اور ان کی قطعی دلیل کو حقیر جانتا ہے اور ان کے ساتھ ادب سے پیش نہیں آتا بلکہ ان کی تذلیل کرتا اور اُن کو بُرا بھلا کہنے کے درپے رہتا اور زبان درازی کرتا ہے مجھے اس کے بدانجام اور سلبِ ایمان کا ڈر ہے۔

اور جنہوں نے ان کو دکھ دیا، اُن پر لعن کیا اور بہتان لگائے تو دل کی سختی اور خدائے رحمٰن کا غضب ان کا انجام ٹھہرا۔ میرا بارہا کا تجربہ ہے اور مَیں اس کا کھلے طور پر اظہار بھی کر چکا ہوں کہ ان سادات سے بُغض وکینہ رکھنا برکات ظاہر کرنے والے اللہ سے سب سے زیادہ قطع تعلقی کا باعث ہے اور جس نے بھی ان سے دشمنی کی تو ایسے شخص پر رحمت اور شفقت کی سب راہیں بند کر دی جاتی ہیں اور اس کے لئے علم وعرفان کے دروازے وانہیں کئے جاتے۔''

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 28-29)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ''تم ایسے شخص پر کیسے لعنت کرتے ہو جس کے دعویٰ کو اللہ نے ثابت کر دیا۔'' بعض لوگ، فرقے بھی ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو غلط ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ ''ایسے شخص پر کیسے لعنت کرتے ہو جس کے دعویٰ کو اللہ نے ثابت کر دیا اور اس نے اللہ سے مدد مانگی تو اللہ نے اس کی مدد کی اور اس کی نُصرت کے لئے نشانات دکھائے اور بد اندیشوں کی تدبیروں کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور آپ'' یعنی ''(ابوبکرؓ) نے اسلام کو شکستہ کر دینے والی آزمائش اور جور و جفا کے سیلاب سے بچایا، اور پھنکارنے والے اژدھا کو ہلاک کیا۔ آپ نے امن و امان قائم کیا اور اللہ ربّ العالمین کے فضل سے ہر دروغ گو کو ناکام و نامراد کیا۔

اور حضرت (ابوبکر) صدیقؓ کی اَور بہت سی خوبیاں اور بے حساب و بے شمار برکتیں ہیں اور مسلمانوں کی گردنیں آپؓ کے زیرِ بار احسان ہیں اور اس بات کا انکار صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو اوّل درجہ کا زیادتی کرنے والا ہو۔

جس طرح اللہ نے آپ کو مومنوں کے لئے موجبِ امن اور مرتدوں اور کافروں کی آگیں بجھانے والا بنایا اسی طرح اس نے آپ کو اول درجہ کا حامیٔ فرقان اور خادمِ قرآن اور اللہ تعالیٰ کی کتابِ مبین

کی اشاعت کرنے والا بنایا۔ پس آپؓ نے قرآن جمع کرنے اور رحمان خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی بیان کردہ ترتیب دریافت کرنے میں پوری کوشش صرف فرمادی۔ اور دین کی غمخواری میں آپؓ کی آنکھیں ایک چشمۂ جاری کے بہنے سے بھی بڑھ کر اشکبار ہوئیں۔''
(سر الخلافہ مترجم صفحہ 57-58)

پھر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات''بعض لوگ جو شیعہ ہیں'' یہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ (حضرت) ابوبکر صدیقؓ دشمنوں کی کثرت کے ایام میں ایمان لائے اور آپؓ نے ابتلاء کی سخت گھڑی میں (حضرت محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکّہ) سے نکلے تو آپؓ بھی کمال صدق وصفا سے حضورؐ کی معیت میں نکل کھڑے ہوئے اور تکالیف برداشت کیں اور وطنِ مالوف اور دوست احباب اور اپنا پورے کا پورا خاندان چھوڑ دیا اور خدائے لطیف کو اختیار فرمایا۔ پھر ہر جنگ میں آپؓ شریک ہوئے۔ کفار سے لڑے اور نبی (احمد) مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ پھر آپؓ اُس وقت خلیفہ بنائے گئے جب منافقوں کی ایک جماعت مرتد ہو گئی اور بہت سے کاذبوں نے دعویٰ نبوت کر دیا جس پر آپؓ ان سے جنگ وجدال کرتے رہے یہاں تک کہ ملک میں دوبارہ امن وامان ہو گیا اور فتنہ پردازوں کا گروہ خائب وخاسر ہوا۔

پھر آپؓ فوت ہوئے اور سید الانبیاء اور معصوموں کے امام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر کے پہلو میں دفن کئے گئے اور آپؓ خدا کے حبیب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے۔ نہ زندگی میں اور نہ موت کے بعد۔ معدودے چند ایام کی مفارقت کے بعد آپس میں مل گئے اور محبت کا تحفہ پیش کیا۔ انتہائی تعجب کی بات یہ ہے کہ بقول ان (شیعہ حضرات) کے''یعنی اعتراض کرنے والوں کے''اللہ نے نبی کے مرقد کی تُربت کو خاتم النبیینؐ اور دو کافروں، غاصبوں اور خائنوں کے درمیان مشترک کر دیا۔ اور اپنے نبی اور حبیبؐ کو ان دونوں (ابوبکرؓ اور عمرؓ) کی ہمسائیگی کی اذیت سے نجات نہ دی۔ بلکہ ان دونوں کو دنیا اور آخرت میں آپ کے اذیت رساں رُفقاء بنا دیا اور (نعوذ باللہ) ان دونوں ناپاکوں سے آپؐ کو دُور نہ رکھا۔ ہمارا ربّ ان کی بیان کردہ باتوں سے پاک ہے۔'' جو یہ کہتے ہیں یہ غلط کہتے ہیں۔ یہ ایسا نہیں ہے جیسا بیان کیا جاتا ہے''بلکہ اللہ نے ان دونوں پاکبازوں کو''یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو''ان دونوں پاکبازوں کو پاکبازوں کے امام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا دیا۔ یقیناً اس میں اہلِ بصیرت کے لئے نشانات ہیں۔''

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 72-73)

پھر آپؑ متعصّب شیعوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''اگر متعصب شیعوں سے یہ پوچھا جائے کہ مخالف منکروں کی جماعت سے نکل کر بالغ مردوں میں سے اسلام لانے والا پہلا شخص کون تھا؟ تو اُنہیں یہ کہنے کے سوا چارہ نہیں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ تھے۔

پھر جب یہ پوچھا جائے کہ وہ کون تھا جس نے سب سے پہلے حضرت خاتم النبیینؐ کے ساتھ ہجرت کی اور تمام تعلقات کو پسِ پشت ڈالا اور وہاں چلے گئے جہاں حضورؐ گئے تھے تو ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا کہ وہ کہیں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ تھے! پھر جب یہ پوچھا جائے کہ بفرضِ محال غاصب ہی سہی تاہم خلیفہ بنائے جانے والوں میں سے پہلا کون تھا؟ تو انہیں یہ کہے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا کہ ابوبکر۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ ملک ملک میں اشاعت کے لئے قرآن کو جمع کرنے والا کون تھا؟ تو لامحالہ کہیں گے کہ وہ (حضرت) ابوبکرؓ تھے۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ خیر المرسلین اور سید المعصومینؐ کے پہلو میں کون دفن ہوئے تو یہ کہے بغیر انہیں کوئی چارہ نہ ہوگا کہ وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ تو پھر کتنے تعجب کی بات ہے کہ (معاذ اللہ) ہر فضیلت کافروں اور منافقوں کو دے دی گئی اور اسلام کی تمام ترخیر و برکت دشمنوں کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئی۔

کیا کوئی مومن یہ خیال کرسکتا ہے کہ وہ شخص جو اسلام کے لئے خِشتِ اوّل تھا وہ کافر اور لئیم تھا؟ پھر وہ کہ جس نے فخر المرسلین کے ساتھ سب سے پہلے ہجرت کی وہ بے ایمان اور مرتد تھا؟ اس طرح تو ہر فضیلت کافروں کو حاصل ہوگئی۔ یہاں تک کہ سید الابرارؐ کی قبر کی ہمسائیگی بھی!''

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 75-76)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''سچ تو یہ ہے کہ (ابوبکر) صدیقؓ اور (عمر) فاروقؓ دونوں اکابر صحابہ میں سے تھے۔ ان دونوں نے ادائیگی حقوق میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ انہوں نے تقویٰ

کو اپنی راہ اور عدل کو اپنا مقصود بنا لیا تھا۔ وہ حالات کا گہرا جائزہ لیتے اور اسرار کی کنہ تک پہنچ جاتے تھے۔ دنیا کی خواہشات کا حصول کبھی بھی ان کا مقصود نہ تھا۔ انہوں نے اپنے نفوس کو اللہ کی اطاعت میں لگائے رکھا۔ کثرتِ فیوض اور نبی الثقلینؐ کے دین کی تائید میں شیخین (یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) جیسا مَیں نے کسی کو نہ پایا۔ یہ دونوں ہی آفتابِ اُمَم ومِلل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع میں ماہتاب سے بھی زیادہ سریع الحرکت تھے اور آپؐ کی محبت میں فنا تھے۔ انہوں نے حق کے حصول کی خاطر ہر تکلیف کو شیریں جانا اور اس نبی کی خاطر جس کا کوئی ثانی نہیں، ہر ذلت کو برضا و رغبت گوارا کیا۔ اور کافروں اور منکروں کے لشکروں اور قافلوں سے مٹھ بھیڑ کے وقت شیروں کی طرح سامنے آئے۔ یہاں تک کہ اسلام غالب آ گیا۔ اور دشمن کی جمعیتوں نے ہزیمت اٹھائی۔ شرک چھٹ گیا اور اس کا قلع قمع ہو گیا اور ملت و مذہب کا سورج جگمگ جگمگ کرنے لگا اور

مقبول دینی خدمات بجالاتے ہوئے اور مسلمانوں کی گردنوں کو لطف واحسان سے زیرِ بار کرتے ہوئے ان دونوں کا انجام خیر المرسلین کی ہمسائیگی پر منتج ہوا۔''

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''...اللہ اکبر! ان دونوں (ابو بکرؓ و عمرؓ) کے صدق و خلوص کی کیا بلند شان ہے۔ وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے لیکن یہ مقام محض تمنا سے تو حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ صرف خواہش سے عطا کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو بارگاہِ ربّ العزت کی طرف سے ایک ازلی رحمت ہے۔''

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 77-78، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 345-346)

ان شاء اللہ کچھ حصہ، حوالے اَور ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ پیش ہوں گے۔

(الفضل انٹرنیشنل 23/ دسمبر 2022ء صفحہ 5 تا 10)